

سید جاوید اقبال :

افاداتِ امیر

(مکتوباتِ امیر کا ایک غیر مطبوعہ ذخیرہ اور امن کے افادات)

(۱)

امن مقالے کا مقصود امیر احمد امیر مینانی (۱۸۲۸ء - ۱۹۰۰ء) کے غیر مطبوعہ مکتوبات کے ایک ذخیرے کو متعارف کرانا اور اس میں سے علمی و ادبی نکات پیش کرنا ہے۔ امیر کے مکتوبات اردو ادب کی تاریخ کا اہم سرمایہ ہیں۔ وہ اپنے مکاتیب میں شعر کہتے، تلامذہ کی اصلاح کرتے اور چلتے پھرنتے نظر آتے ہیں۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ امیر کے مکتوبات امیر کی شخصیت کا آئینہ ہیں؛ جن میں ان کی زندگی کا ایک مربوط زمانی تسلسل ملتا ہے۔ ان کے سفر، ان کی بیماریوں، خاندان کے حالات، دوستوں سے تعلقات، معاصرین سے روابط، تلامذہ سے سلوک، مالی پریشانیوں، معاصرانہ چشمکوں، رام پور کے حالات، مسلمانین رام پور سے مراسم، ذاتی تصانیف، بالخصوص امیراللغات کے سلسلے میں مالی پریشانیوں اور احباب سے شکوئے شکایت کا احوال ملتا ہے۔ یہ عنوانات امن امر کا تقاضا کرنے ہیں کہ امیر کی شخصیت اور فن کی طرف خصوصی توجہ دی جائے۔ امیر کے مکاتیب ۱۹۱۴ء سے لے کر اب تک متفرق کتب و رسائل

میں شایع ہوئے ہیں ۱ جن سے عمارتے زمانے کے بڑے بڑے

۱۔ مطبوع، مکتوبات کی اجمالی فہرست ذیل میں درج کی جانی ہے۔
یہاں یہ صراحة ضروری ہے کہ خطوط کی وہ تعداد لکھی گئی
ہے جو پہلی بار منظر عام ہر آئے۔ اکثر حضرات نے خطوط شایع
کرنے والے وقت اس بات کی صراحة نہیں کی کہ یہ مکتوب پہلے
بھی کہیں شایع ہوئے ہیں یا نہیں۔ اس طرح بعض مکتوبات
بار بار غیر مطبوع، کے نام سے شایع ہوتے رہے۔

۱۔ "خطوط منشی امیر احمد"، مرتبہ احسان اللہ ثاقب، طبع اول،

علی گڑھ، اردو پریس، ۱۹۱۰ء، نئے خطوط کی تعداد ۲۱۲ -

۲۔ "مرقع ادب" (جلد اول)، مرتبہ صدر مرزا پوری، لکھنؤ،
دولکشور، ۱۹۲۰ء، نئے خطوط کی تعداد ۱۸ -

۳۔ "مرقع ادب" (جلد دوم) مرتبہ صدر مرزا پوری، لکھنؤ،
دولکشور، ۱۹۲۳ء، نئے خطوط کی تعداد ۹ -

۴۔ "مکانیب امیر احمد" مرتبہ احسان اللہ ثاقب، طبع دوم، لکھنؤ،
طبع ادیب، ۱۹۲۳ء، نئے خطوط کی تعداد ۳۳ -

۵۔ "امیر مینائی" (سوانح)، شاہ ممتاز علی آہ، طبع اول، لکھنؤ،
ادبی پریس، ۱۹۳۰ء، نئے خطوط کی تعداد ۹ -

۶۔ "نقوش" (مکانیب نمبر)، مرتبہ محمد طفیل، لاہور، ۱۹۵۲ء،
نئے خطوط کی تعداد ۶ -

۷۔ "صہبائے مینائی"، آفتاب احمد صدیقی، طبع اول، ڈھاکہ، مکتبہ
عارفین، ۱۹۵۸ء، نئے خطوط کی تعداد ۶ -

۸۔ "ہماری زبان"، علی گڑھ، یکم نومبر ۱۹۶۳ء، نئے خطوط
کی تعداد ۳ -

فضلاء نے استفادہ کیا۔ ان میں خواجہ احمد فاروقی، ۱۔ رشید حسن خان، ۲۔ ڈاکٹر کریم الدین احمد، ۳۔ کسری منہاس ۴ اور عبدالقوی دستوی ۵ شامل ہیں۔ ان حضرات کے علاوہ صفتدر مرزا پوری ۶ اور امیر کے تلامذہ میں محمد نعیم الحق شیخ پوری ۷ قابل ذکر ہیں۔

(بقیہ حاشیہ ۳۷۰ سے)

- ۹۔ ”نقوش“ (خطوط نمبر)، مرتبہ محمد طفیل، لاہور، مئی ۱۹۶۸ء۔ نئے خطوط کی تعداد ۳۔
- ۱۰۔ ”حیات الشعرا“، محمد نعیم الحق شیخ پوری، میرپور خاص سندھ، بلدیہ میرپور خاص، ۱۹۶۹ء، نئے خطوط کی تعداد ۲۔
- ۱۱۔ ”امیر مینائی اور ان کے تلامذہ“، ڈاکٹر کریم الدین احمد، لاہور، آئینہ ادب، ۱۹۸۲ء، نئے خطوط کی تعداد ۹۔

حوالی صفحہ ۳۷۱:

- ۱۔ خواجہ احمد فاروقی: ”امیر مینائی (۱۹۰۰ء – ۱۸۲۹ء) خطوط کی روشنی میں“، مقالہ مشمولہ ”رسالہ اردو“، دہلی، جنوری ۱۹۷۷ء۔
- ۲۔ رشید حسن خان: ”امیر مینائی کے ادبی خطوط – انتقادی جائزہ“، مقالہ مشمولہ ”صحیفہ“، لاہور: شمارہ نمبر ۲۹، ۳۱، ۳۳ تا ۳۷ء۔
- ۳۔ کریم الدین احمد، ڈاکٹر: ”امیر مینائی اور ان کے تلامذہ“، لاہور، آئینہ ادب، ۱۹۸۲ء۔
- ۴۔ کسری منہاس: ”تحقیقاتِ امیر مینائی“ (خطوط کی روشنی میں) مقالہ مشمولہ ”نقوش“، لاہور، جنوری، ۱۹۶۳ء۔
- ۵۔ عبدالقوی دستوی: ”امیر مینائی بھوپال میں“، مقالہ مشمولہ ”ماہنامہ ادبی دنیا“، لاہور، مارچ ۱۹۷۰ء۔
- ۶۔ صفتدر مرزا پوری: ”مشاطہ سخن“، لاہور: گیلانی پریس، ۱۹۲۸ء۔
- ۷۔ محمد نعیم الحق شیخ پوری: ”حیات الشعرا“: میرپور خاص سندھ، بلدیہ، میرپور خاص، ۱۹۶۹ء۔

(۳۷۲)

طبوعہ مکتوبات کے متعلق ان تصریحات کے بعد، غیر مطبوعہ مکتوبات امیر کے ایک ذخیرے کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

(۲)

امیر کے غیر مطبوعہ مکتوبات کا ایک بڑا ذخیرہ ان کے اخلاف کے پاس محفوظ ہے۔ یہ ذخیرہ سات رجسٹروں کی صورت میں موجود ہے، جو محترم اسماعیل احمد مینائی (نبیرہ امیر مینائی، مدیر ماہنامہ ”فاران“ کراجچی) نے عکسی نقل کی صورت میں راقم کو مرحمت فرمایا ہے۔ ان نادر اور اہم ذخیرے کا اجمالی جائزہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

رегистر کا شمارہ نمبر	صفحات کی تعداد	کیفیت: زمانہ، تحریر
۱	۱	۱۸۸۱ء تا ۱۸۸۱ء مارچ
۲	۲۲	۱۸۸۲ء تا ۱۸۸۲ء فروری
۳	۲۵۰	۱۸۸۲ء تا ۱۸۸۲ء مارچ
۴	۲۵۰	۱۸۹۲ء دسمبر تا ۱۸۹۳ء ستمبر
۵	۲۵۳	۱۸۹۶ء تا ۱۸۹۶ء فروری
۶	۲۰۰	۱۸۹۷ء تا ۱۸۹۷ء یکم جنوری
۷	۱۹۶	۱۸۹۸ء نومبر تا ۱۸۹۹ء ستمبر
۸	۱۹۰۰ء	۱۸۹۹ء تا ۱۹۰۰ء ۲۔ مشی

قصیدہ سکھا نسلو اور آج من سیکھ بدلے ترل جھاٹ د سلمانی الم الفتوح
بندرہ نور

سلام زیاد کارڈیا مسٹن پیتا باریخ فخریں لارگس و مانغلو ہوتا اور گلکھ سنتہ بندی کیا ہے

تو سمعتہ نہ اور رامستہ نہ ممتوہیا تو کہ دنگھلیاں بندی پیش دالدبارہ مارہ دیا ہے

درستہ کھا بہ بھر پیچھے ہر گلہر تھا لئی بہ ترتیب قطب گلکھتہ اثر دیکھا ہے اور رکنہ نہ

یاد رکھنا = رکھرہ = نہیں خطا دیگر صفحہ خدا جانان پر = یاں خڑکیا

تو نہیں پیدا کرے ہیز = جو اعزاز پیا ہے ہر نہ زدیک سیکھ نہر کر کر دیا ہے

اور رکھرے نہتا یہ فرماند جو ناکر کے انہیں پر جھوک کو اور رعناء لفڑتے جھوک

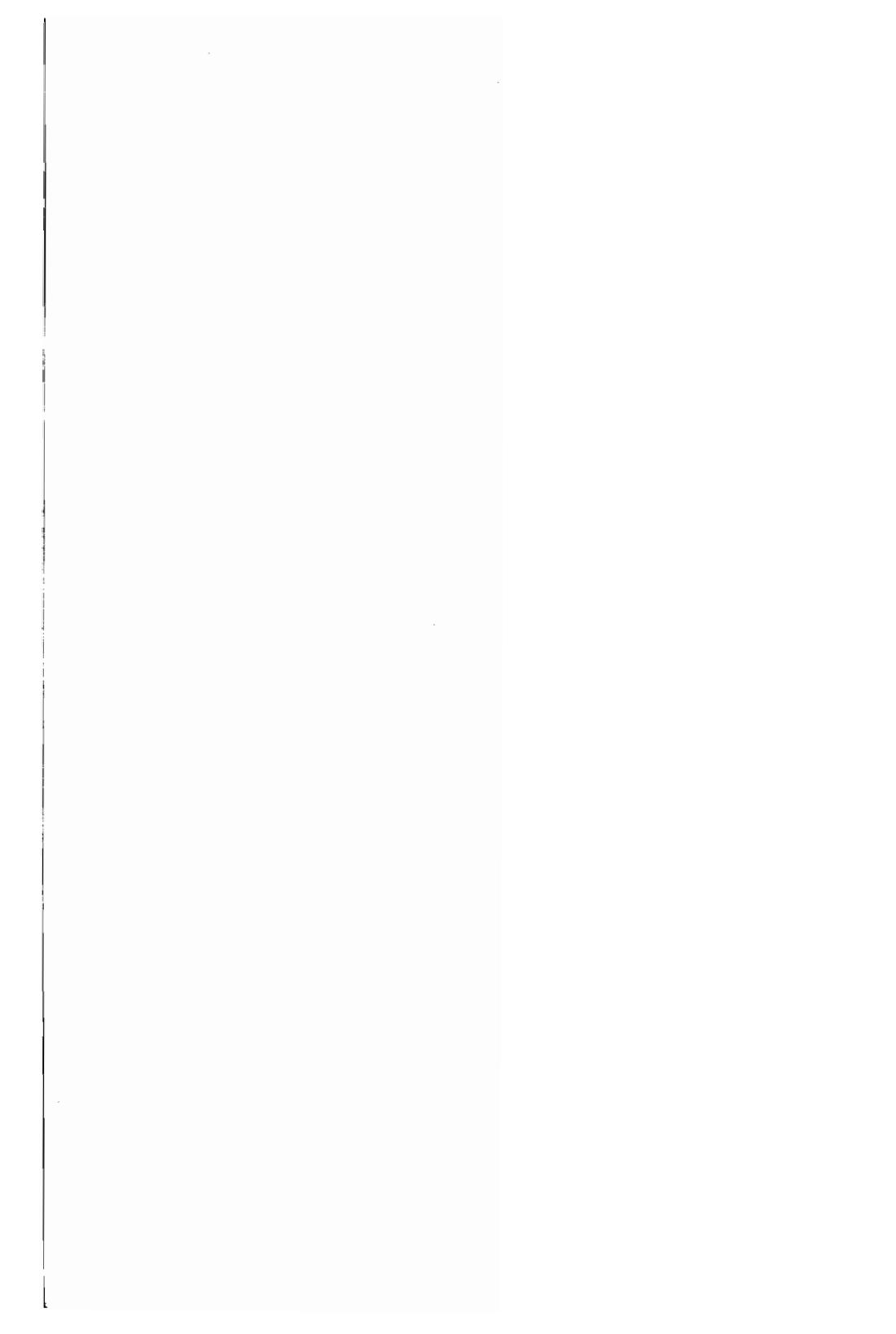
کھڑک سرو اور سکھل میں رخ ربعوں جو ہم ایا ہم خود یہ اپنی سے کشادی میں دن دن ایسا د

مرالبس - بتائے گرچہ سر ال دنر ایا زر داندی = دو رون شایر کر جھوک کو کھوکھا

مدد و نصر اور خالی الجمل اعلیٰ بخلہ ہر اسکو کوئی دنھوڑو نہیں مل دیتے نہیں دل رائے ۱۶۷

نیقا احمد احمد
حکایت

امیر میناٹی کے دفتر مکتوبات میں سے ایک مکتوب بخط ناقل کا عکس۔



۱۸۱۳ صفحات میں اندازاً ۱۷۰ مکتوبات ہیں۔ مسکن ہے ان میں مطبوع، مکتوبات بھی شامل ہوں۔ اس ذخیرے میں فارسی مکتوبات کی بھی خاصی تعداد ہے، اور کچھ تلامذہ کے بھی مکتب شامل ہیں۔ خط یکرے بعد دیگرے تحریر ہیں اور جگہ جگہ ”نقل“ کی صراحة ہے۔ کہیں کہیں کاتب کا نام بھی درج ہے۔

”ایک زمانے میں امیر نے یہ طریقہ نکلا تھا کہ جو خط ارسال کیئے جائے تھے اس کی نقل رکھی جاتی تھی۔“ ۱- بفضلہ کسی طرح یہ رجسٹر زمانے کی دست برد سے محفوظ رہ گئے۔ رجسٹروں میں کہیں کہیں زمانی تسلسل ٹوٹا ہے۔ درمیانی عرصے کے مکتوبات، قوی امید ہے کہ مل جائیں گے، جو انشاء اللہ آئندہ مقالے میں پیش کیئے جائیں گے۔

اس تعارف کے بعد اب دو رجسٹروں (نمبر ۳۰۷) کا جائزہ لے کر مکتوبات امیر کے علمی و ادبی نکات زمانی تسلسل کے ساتھ پیش کیئے جائے ہیں۔ پاورقی حواشی میں چند مکتب الیہم کے بارے میں مختصر معلومات درج کر دی گئی ہیں۔

۱- پرچہ کی اضافت:

تاریخ کا قطعہ بہت اچھا ہے۔ مگر مادے کے مصروعے میں لفظ ”پرچہ“ کی اضافت کہنکرتی ہے کہ ”پرچہ“ فارسی میں نہیں نکلتا اور در صورت هندی ہونے کے، اضافت درست نہیں۔ ایک جگہ استاذی

- ۱- دورانِ گفتگو جناب اسماعیل احمد سینا نے بتایا۔
- ۲- مظفر علی خاں امیر لکھنؤ شاگرد رشید غلام ہمدانی مصححی (۱۲۹۷-۱۵۱۵) تفصیلی مطالعے کے لیے دیکھئے ”لکھنؤ کا دبستان شاعری“ ابواللیث صدیقی: لاہور، اردو مرکز، ۱۹۶۷ء، ص ۵۸۶۔

حضرت اسیر مرحوم ۲ نے بھی ہر تر کیب اضافی کھا تھا، اس شعر میں:

شاید آسی سے مجھ کو خبر یار کی ملے

اس واسطے ہے پرچ، اخبار کی تلاش

میں نے جناب مددوہ سے اس باب میں گذارش کی اور انہوں نے لغت اور کلام میں بہت تلاش کی مگر سنند نہ ملی تو فرمایا کہ چھپ نہ گیا ہوتا تو ضرور نکال ڈالتا۔ میری رائے تو یہ ہے کہ آپ اس کو بدلتے۔ اس جگہ تو لفظ ملتا مشکل ہے۔ مگر دوسری مادہ تاریخ کہیئے، اس لیے کہ دشمن بہت ہیں۔ لپٹ پڑیں گے۔

[مکتوب: جولائی ۱۹۸۰ء]

بنام: پنڈت رتن ناتھ سرشار مترجم ہانی کورٹ

مؤلف فسانہ آزاد۔

نمبر ۲، میو روڈ: الہ آباد۔

۲۔ خرد کی جنس:

”خرد“ کو میں مؤنث ہی بولتا ہوں۔ اور فصیحائے لکھنؤ سے ہمیشہ اور احباب سے مؤنث ہی سنا ہے۔

۱- مشہور انشا پرداز، تفصیلی مطالعے کے لیے دیکھئے، ”دبستان امیر مینائی“: (عرفان عباسی، نسیم بک ڈپو، لکھنؤ، ۱۹۸۵ء، ص ۲۰۵) اس کتاب میں سرشار کو امیر کے شاگرد کی حیثیت سے روشناس کرایا گیا ہے۔ نیز (۱) ”نقدر سرشار“ تبسم کاشمیروی، لاہور، منگر میل، ۱۹۶۸ء۔ (۲) ”جام سرشار“ (بدر عالم، کراچی، مکتبہ اسلوب، ۱۹۶۲ء)۔ (۳) ”سرشار کی ناول نگاری“ (ڈاکٹر سید اطیف حسین ادیب، کراچی، انجمان ترقی اردو، ۱۹۶۱ء)۔

[مکتوب مورخ ۱ اگست ۱۸۹۰ء۔
بنام: حافظ سید محمدحسین بسمل، وکیل ٹونک،
بنگلہ وکیل ٹونک برکوہ آبو۔]

۳۔ ایک ضرب المثل کی سند:

”پتھر اپنی جگہ بھاری ہے“ کلام میں میری نظر سے نہیں

۱۔ قصہ خیرآباد ضلع سیتاہور (بوہی) کے رہنے والے۔ مشہور شاعر سید افتخارحسین مضطرب خیرآبادی کے حقیقی بڑے بھائی، مشہور عالم و مجاهد آزادی حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی کے نواسے، حافظ سید احمد حسین کے صاحب زادے اور حضرت امیر مینائی کے شاگرد تھے۔ ۱۸۵۵ء کے قریب ولادت ہوئی، تکمیل تعلیم کے بعد ریاست ٹونک میں بصری، منارت و کالت رہے۔ اس کے بعد میر منشی ہو گئے تھے۔ نواب ابراہیم علی خان والی ٹونک ان سے مشورہ سخن کرتے تھے اور بڑی عزت کرتے تھے۔ سمل صاحب فارسی میں بڑی سہارت رکھتے تھے۔ اردو فارسی میں شعر کہتے تھے۔ کلام میں بڑا سوز و گداز تھا۔ اجمیر شریف سے بڑی عقیدت رکھتے تھے اور بیشتر وقت وہیں گزارتے تھے۔ تقریباً ۵۵ سال کی عمر میں ۱۸۹۶ء کو اجمیر ہی میں انتقال ہوا۔ اردو و فارسی کے دو دیوان یادگار چھوڑے۔

نمونہ کلام:

جہاں دل تھا وہاں اب کچھ نہیں ہے

بنالو گھر جگہ خالی ہڑی ہے

(”دستان امیر مینائی“؛ عرفان عباسی، لکھنؤ،

نسیم بک ڈپو، ۱۹۸۵ء۔)

گزرا مگر اکثر فصحائے دہلی کو میں نے بولتے ہوئے سنا ہے۔
خہاں رکھوں گا، اگر کہیں کلام میں پاؤں گا تو سند بھیجوں گا۔

[مکتوب سورخ ۲۳ اگست ۱۸۹۰ء]

[بنام: نواب عالم گیر محمد خان]

۳۔ سری اور پیکان:

”ستوئی“، تیر کے ڈانڈ کو کہتے ہیں: ”پیکان“ کو نہیں
کہتے۔ ”پیکان“ کو کانسی کہتے ہیں۔

لکھتا ہوں وصف مژگاں، ترکش ہوا قلم دان
نوک قلم ہے پیکان، ناے قلم منی ہے۔

۱۔ امیر کے شاگرد تھے، بھوپال سے تعلق تھا، امیر سے ان کے
تعلقات بعد میں اچھے نہ رہے، جلال لکھنؤ کو لکھتے ہیں
”... نواب عالم گیر محمد خان میرے شاگرد ہیں۔ کشی بوس
رسم مراسلت تھی جب بھوپال جانے کا اتفاق ہوا تو دو ایک
ملاقاتیں ہوئیں۔ واپسی کے بعد رسم قدیم میں بھی فرق آیا۔ اب
جو خط جاتا ہے جواب نہیں آتا۔ میں نے اس سرزین ہر ہنچ کر
کسی مت نفس کو کام کا آدمی نہیں ہایا ... میرے چار قصیدے
جو میں نے نواب عالم گیر محمد خان کے ذریعے سے پیش کرنے
کے لیے بھیجھئے تھے آخر میں تحقیق سے معلوم ہوا ان میں سے
ایک سرکار عالیہ تک پہنچا اور تین کا پتا نہیں کیا ہوئے۔
(”مکاتیب امیر میٹائی“: مرتبہ احسن اللہ ثاقب، طبع دوم، لکھنؤ۔

مطبع ادیب، ۱۹۲۳ء: ص ۳۵۷)۔

۲۔ مذکورہ بالا شعر نامخ کے مطبوعہ دیوان میں نہیں ہے البتہ
”کلیات ناسخ“، جلد اول۔ مرتبہ یونس جاوید۔ مجلس ترقی ادب،

لاہور، ۱۹۸۲ء، میں یہ شعر ملتا ہے:

هر غنچہ گل فرقہ جانان میں ہے پیکان

ہر شاخ میں عالم نظر آتا ہے ستوئی کا

[مکتوب مورخ ۱۸۹۰ ستمبر]

بنام: حافظ سید محمد حسین بعمل وکیل ٹونک
کوہ ابو راجپوتانہ بنگلہ وکیل ٹونک -]

تیوری اور تیور:

”تیوری“ میں جو بحث تم نے لکھی ہے وہ میں نے دیکھی۔ فعلن کے وزن پر فقط رشک نے نہیں کہا ہے بلکہ انشاً اور سرور، نکھت، ناسخ، وزیر، صبا، ان سب کے کلام میں اسی وزن پر پایا گیا ہے۔ البتہ یاد پڑتا ہے کہ داغ ”تیوری“ کو امن طرح پڑھتے تھے کہ تھاتی اور واو دونوں میں سے کوئی نائے ترشت مکسوروں کے ماتھے تلفظ میں مخلوط نہ ہوتا تھا۔ یائے تھاتی کو مجہول اور واو کو ساکن ادا کرنے تھے اور شاید ان کے کسی شعر میں بھی یونہیں موزوں ہے کہ وہ امن وقت یاد نہیں مگر تلاش سے مل سکتا ہے۔ اور تعین اس بات کی کہ امن کی اصل ”تیوری“ بضم واو ہے۔ یہ بھی دشوار ہے، بخلاف ”پیارا“ کے کہ اس کو قدماً نے بفتح بائے تھاتی کہا ہے، کو اب کثرت استعمال سے وہ فتح فقط بو دبتا ہے: پورا پڑھا نہیں جاتا۔ بہان زبان کا کوئی لغت مسبوط موجود نہیں۔ پنڈت نرائن ملازم ریاست ایک مرد قابل ہے اور دفتر

۱۔ داغ کا شعر یہ ہے:

چڑھاؤ پھول مری قبر پر جو آئے ہو

کہ اب زمانہ گیا تیوری چڑھانے کا

اس سلسلے میں میر کا شعر بھی سند میں پیش کیا جا سکتا ہے:

هم خستہ دل ہیں تجھ سے بھی ناز ک مزاج تو

تیوری چڑھائی تو نے بہان دم نکل کیا

امیراللغات میں اکثر الفاظ کی تحقیق اس سے کی جاتی ہے۔ وہ آج کل بیمار ہے۔ میں نے حالتِ بیماری میں بھی اس کو بلایا اور پوچھا تو کوئی بات اچھی طرح سے نہ ہوئی۔ وہ صحیح ہوتا تو تلاش کر کے کچھ بتاتا۔ ”تیور“ اور ”تیوری“ میں لفظاً اور معنیاً قرب ظاہری اور تیور میں تو واو مفتوح ہے۔ پھر کس بنا پر تجویز کیا جائے کہ اصل میں ”تیوری“ کا واو مضموم ہے اور بر تقدیر تسلیم فرم“ واو بھی، ”پیارا“ پر اس کا قیاس قیاس مع الفارق ہے۔ غور سے دیکھو کہ ”پیارا“ میں یا نے تھتائی جو زبانِ حال میں یا سے عجمی مکسور کے ساتھ مخلوط التلفظ ہے، اصل میں استعمال قدما سے مفتوح معلوم ہوتی ہے۔ بخلاف ”تیوری“ کے اس میں یا سے تھتائی تو کسی حالت میں متحرک نہیں ہے۔ اگر احتمال ہے تو واو کے متحرک ہونے کا ہے۔ پھر ”تیور“ کا ”پیارا“ پر قیاس کیوں کر ٹھیک ہو سکتا ہے۔

حامل کلام یہ ہے کہ جو تمہارے خیال میں ہے کہ جب ”پیارا“، هارا کے وزن پر درست ہے تو ”تیوری“ چوری کے وزن پر درست ہونا چاہیے اور دونوں کو ایک قاعدے کے تحت میں ضبط کرنا چاہیے۔ ہر ملک میں اب یہ خیال میری رائے ناقص میں اقرب الی الصواب نہیں ہے۔ اور کچھ ”تیوری“ ہی پر موقف نہیں، ڈیڑھی، چیونٹی، نیول، نیوقنا، بیورا اور بہت سی اس کی امثال کا یہی حال ہے۔ اگر تم ”تیوری“ کو چوری کے وزن پر لانا قاعدے کے موافق نہ جانو اور جیسا کہ مقدمین و متأخرین نے استعمال کیا ہے اس کو صحیح مانو تو سردست تو اس قدر امن لفظ کی تحقیق میں کافی ہے۔

(۳۷۹)

[مکتوب مورخ ۲۵ ستمبر ۱۸۹۰ء]

بنام : احمد علی شوق - ۱

پتا درج نہیں۔]

۶۔ قد سا کی ترکیبیں :

بعض مقام پر قدماء کی وہ ترکیبیں جس کو متوسطین نے ترک کر دیا ہے، آپ نے استعمال کی ہیں، جیسے یہ شعر:

گھنا پہلوں کا زیب تن کر
دھانی جوڑا نیما پھن کر

کہ اس میں ”زیب تن کر“ طریقہ، استعمال قدماء ہے۔ طبقہ متوسطین شعراء ایسی جگہ ”زیب تن کر کے“ لانے ہیں۔ ایک جگہ ”کھینچا“ کو ”سینچا“ کے ساتھ قافیہ کیا ہے۔ حقیر نے فصحا کے کلام میں جہاں تک دیکھا ہے کھینچا کو بکسر، کاف نہیں پایا۔ و قیس علیٰ هذا۔

[مکتوب مورخ یکم اکتوبر ۱۸۹۰ء]

بنام : منشی جوالا پرشاد برق؛ بی اے - ۲

... گنج، ضلع بھڑائیچ، صوبہ اودھ۔

۱۔ مشہور شاعر شوق قدواٹی۔ تفصیلی مطالعے کے لئے دیکھئے ”لکھنؤ

کا دبستان شاعری“، (ڈا کٹر ابواللیث صدیقی، طبع ثانی، لاہور،

اردو مرکز، ۱۹۶۴ء، ص ۶۵۸)۔

۲۔ ”جوالا پرشاد برق محمد وی لکھیم ہوری، کائستہ سریوasto گھرانے

میں ۱۸۶۲ء میں پیدا ہوئے، قصہ محمدی ضلع لکھیم ہور

کھیم کے رہنے والے تھے، بعد میں لکھنؤ میں سکونت اختیار

(بقیہ حاشیہ دیکھئے صفحہ ۳۸۰ بر)

۷۔ لو اور لوں:

"لو" اور "لوں" دونوں کلام میں ہیں۔

لگرے جلنے پتھر چلی ایسی لوں
لگئے جوش کھانے جوانوں کے خون

یہ قدما میں کسی کی مشنوی ہے، اس وقت یاد نہیں کہ کسی
کی ہے۔ "لوں" کو بھر مرحوم نے قافیہ "گیسو" میں موزوں کیا ہے۔

(بچہ حاشیہ صفحہ ۳۲۹ سے)

کر لی تھی۔ فارسی، اردو، بنگالی و انگریزی زبانوں پر اچھی
دسترس رکھتے تھے۔ لکھنؤ سے قانون کا امتحان پاس کیا تھا
اور ۱۸۸۵ء میں لکھنؤ میں جم خفیہ تھے۔ نظم و نثر دونوں
سے دل چسپی تھی۔ کثی انگریزی و بنگالی نازلوں کا اردو میں
ترجمہ کیا تھا۔ لکھنؤ کے مشہور اخبار "اوڈہ پنج" کے قلمی
معاون تھے۔ شعری حلقوں میں بہت مقبول تھے۔ معاصر شعراء و
ادبی سے مخلصانہ تعلقات تھے۔ ان کی "مشنوی بھار" اور منظوم
ڈرامے "معشوقہ فرنگ" نے اپنے زمانے میں بڑی مقبولیت حاصل کی
تھی۔ ذوق شاعری عطیہ، فطرت تھا۔ حضرت امیر میناؤ کے شاگرد
تھے۔ بعد میں مولانا علی نقی صفائی لکھنؤی سے بھی مشورہ سخن
کرنے لگے۔ ۲۶ مارچ ۱۹۱۱ء کو بمرض طاعون وفات پائی۔
نمونہ کلام:

کہنا پھولوں کا زیب تن ہے دھانی جوڑے پہ کیا پھین ہے
(دستان امیر میناؤ): عرفان عباسی، لکھنؤ، نسیم بک ڈپو،
(۱۹۸۵ء، ص ۹۵-۹۶)

۱۔ شیخ امداد علی بھر لکھنؤی، تفصیلی مطالعے کے لیے دیکھیے:
"لکھنؤ کا دستان شاعری" (طبع ثانی، لاہور، اردو مرکز ۱۹۶۷ء)

(۳۸۱)

وہ کہاں نہندی ہوانیں کہ ہوئی تو ہیدا
میرے نزدیک فصیح یہی ہے اور میری زبان ہر بھی ہے۔

[مکتوب مورخ ۹ ذی الحجه ۱۴۰۸ھ]

[بنام: قاضی ممتاز حسین، پبلی بھیت۔]

۸۔ تذکیر و تائیث اور اسلام :

”تشریف“ یہ معنی ”خلعت“ نہ بول چال میں ہے نہ میں نے
کسی کے کلام میں ایسے عنوان سے دیکھا کہ تذکیر و تائیث اس
سے معلوم ہو۔ لہذا میری رائے یہ ہے کہ اس کو مذکور سمجھنا
چاہیے، اس لیے کہ جس لفظ کی تذکیر و تائیث کا پتا نہ لگے یعنی
بول چال میں نہ ہو اور اساتذہ نے بھی تذکیر و تائیث کو ثابت نہ
کیا ہو، تو اس کو اس لفظ کا حکم دینا چاہیے جو ان معنی میں
مشہور ہو۔ یہی حال تشریف بتذکیر کا ہے۔ یعنی چون کہ ”خلعت“
بتذکیر مستعمل ہے تو اس کو بھی مذکور سمجھنا چاہیے۔ میر نے
”حوالہ“ اور ذوق نے ”خام“ جن شعروں میں کہا ہے وہ ان کے
استعمال کے اعتبار سے نہایت غیر فصیح ہے۔ ”خام“ اور ”حوالے“
بولتے ہیں۔

[مکتوب مورخ ۱۲ جنوری ۱۸۹۱ء]

[بنام: ممتاز حسین و کیل پبلی بھیت۔]

۹۔ مثال و ممثل لم کی عدم مطابقت :

مثال و ممثل لم کی عدم مطابقت کا جزویہ جس محاورے
میں آپ نے لکھا ہے وہ محاورہ یہ ہے۔ ”آئینے میں من تو دیکھو۔“
اور مثال میں یہ ہے ”آئینے میں تو دیکھو حال اپنا۔“ بے شک ظاہری
الفاظ عدم تطبیق ہر دلائل کرنے ہیں مگر تعمق نظر سے مغز سخن

ہر اگر غور کیا جائے تو ظاہری مخالفت اونہ جائے۔ اس لیے کہ ”آنینے میں مت تو دیکھو“ کا مطلب یہ ہے کہ دیکھو تمہارا حال کیا ہو گا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مت کی جگہ صورت و شکل بہبوب درست نہیں۔ اور یوں بھی کہتے ہیں کہ ”ذرا آئینہ تو دیکھو“۔ بہر کیف مقصود یہی ہے کہ اپنی تغیر حالت پر نظر کرو۔ اس صورت میں بالکل مثال و مثل لم میں تفاوت نہیں ہے۔

[مکتوب مورخ ۱۰ مئی ۱۸۹۱ء]

بنام: مولانا مولوی حفیظ اللہ - پتا درج نہیں۔]

۱۰۔ اقسامِ ردیف:

ردیف کی کثی حالتیں ہیں: ایک یہ کہ اس کے بغیر شعر کا مطلب تمام نہ ہو سکے۔ مثال کی کچھ حاجت نہیں اس لیے کہ اساتذہ کا تمام کلام اس کے لیے نظری ہے۔ مگر میں احتیاطاً ایک شعر ناسخ کا لکھ دیتا ہوں:

مجھے رندر بد عمل کے جنازے کو گر لگئے

ثابت ہو روزِ خشر یہ تقصیر دوش پر

دوسرے یہ کہ مطلب تو بغیر امن ردیف کے تمام ہو جائے مگر

ادائے مطلب میں اس ردیف کی وجہ سے حسن ہو۔ یہ شعر ناسخ کا:

کلشن میں اس گلی سے زرِ گلِ انہانے کو

لائی نسیم تودہ اکسیر دوش پر

وجدان صحیح اس کو جانتا ہے کہ یہاں مطلب بغیر ردیف کے

تمام ہے، مگر امن وجہ سے کہ بوجہ دوش پر لا یا کرتے ہیں،

ردیف حسن کو بڑھاتی ہے۔

تیسرا یہ کہ نہ اعتمامِ مطلب پر موقف ہو نہ حسن، ادائے

مطلوب میں اس کو دخل ہو، مگر اس ردیف کا ذکر بھی محل نہ
ہو، جیسے یہ شعر ناسخ کا:

در پر جب اس کے جا کے گرا میں ہوا یہ حکم
بستر الہانے عاشقِ دل گیر دوش پر
یہ ردیف اگرچہ اتمامِ مطلب اور حسنِ ادائے مطلب میں
دخل نہیں رکھتی مگر بھی محل نہیں ہے، اس لیے کہ بستر کو
تم کر کے اکثر کاندھے ہو ڈال لیا کرتے ہیں۔ بعض لوگوں کی رائے
میں قسم ثانی اور قسم ثالث متعدد ہو گئیں۔ خیر اس سے کوئی ہرج نہیں۔
چوتھے یہ کہ ان اقسام مذکورہ بالا میں سے کسی قسم میں
دخل نہ ہو، مگر اساتذہ کا استعمال اس کو جائز رکھئے، جیسے یہ
شعر ناسخ کا:

آیا نظر فراق میں مجھے کو مِ صیام
لا جلد کھینچ کر کوئی شمشیر دوش پر ۱ -
یہاں یہ کہنا نہیں ہو سکتا کہ یہ ردیف مثل اقسام ما سبق
ہے، مگر اساتذہ نے اس کو جائز رکھا ہے اور ان کے کلام میں
ایسی ردیفیں بھی پائی جاتی ہیں۔ میری رائے میں شعرِ مبحوث من
میں شاید قسمِ ثانی میں داخل ہوگی۔

بہر کیف نہ یہ ردیف بھی محل ہے، نہ محاورے کے خلاف،
نہ زبان سے بیگانہ، اور بالفرض اگر مفترض اس کو چوتھی قسم میں
بھی داخل کرے تو ایسی ردیفیں جب اساتذہ کے کلام میں موجود
ہیں تو اس کے جواز سے انکار نہیں کرسکتا۔ مجھے فرصلت ہوتی تو
۱۔ اس خط میں ناسخ کے جو اشعار درج کیے گئے ہیں وہ مطبوع
کلیات میں نہیں ملتے۔

بہت سے شعر ایسی روایتوں کے ذکال کر بھیج دیتا مگر ناسخ کا ایک
شعر بھی سند کے لیے کافی ہے۔

[مکتوب مورخ ۲۰ جون ۱۸۹۱ء]

بنام: محمد عمر جنون

[پتا غہر مدرج۔]

۱۱۔ میم، سن اور مردم دیدہ:

میرے نزدیک میم ضرور مذکور ہے اور میں نے مذکور ہی
کہا ہے۔ ”سن“ (بفتح اول) معنی سال کہیں نہیں نکلتا۔ فارسی
میں بہت تلاش کیا کوئی سند قابل اعتبار نہیں، اردو میں بغیر
تو کیب اگر سن (بفتح اول) بہ معنی سال کوئی کہیے تو تاویل
ہو سکتی ہے۔ محققین اسی جگہ سال کہتے ہیں۔
”مردم دیدہ“ مذکور ہے۔

[مکتوب مورخ ۱۷ نومبر ۱۸۹۱ء]

بنام: محمد نعیم الحق ضو،

شیخ پور ڈاکخانہ مکندر پور ضلع بلایا۔]

۱۲۔ ذشم، شبھہ اور اعلان ذون:

”ذشم“ بروزن ”قشقم“ صحیح ہے اور انشا بروزن خطاب غلط
صریح اور مؤلف ”غیاث اللغات“ نے جو نہم بروزن پہم لکھا ہے۔
میں نے اور کسی لغت میں نہیں دیکھا۔ غالباً ان سے مسامح ہوا۔
والعلم عند الله۔ ”شبھہ“ بضم شین معجم و سکون بائی موحده و قمع
ہائی ہوز و ہائے مخفی صحیح ہے۔ اور عمدہ کو اس کا ہم وزن
جانبی۔ بمعنی شک اور کسی وزن پر نہیں آتا۔ البتہ یاد آتا ہے کہ
”شبھہ“ بروزن کلم شاید اس کی جمع آئی ہو مگر فارسی اور اردو

میں اس کا استعمال نہیں ہے۔ حالتِ اضافت میں "اعلانِ نون" مضادِ الیہ میری رائے میں جائز نہیں۔ اگرچہ بعض اشعار فارسی میں بہت تبع کے بعد اس اعلان کا پتا لگتا ہے۔ مگر وہ قابلِ اعتبار نہیں۔ اردو زبان میں قدماً تو کہتے تھے مگر طبقہٗ متوسطین و متاخرین کے محققین نے ترک کر دیا۔ ۱

[مکتوب مورخ ۲۲ دسمبر ۱۸۹۱ء]

بنام: احمد حسین خان مذاق ۲

تعلقدار، پریانوں۔ ضلع پرتاب گڑھ۔]

۱۳۔ قامت، مدد، همزہ:

"قامت"۔ متاخرین مؤنث کا استعمال کرتے ہیں۔ ناسخ اور آتش کے وقت تک مذکور کہا گیا ہے۔ "مد" بھی مختلف فیہ ہے مگر میرے نزدیک مدِ حساب مؤنث ہے اور مدادِ حروف مذکور... همزہ وہ خط مستقیم جو ابتدائی لفظ میں متحرک ہے یا درمیان لفظ یا آخر لفظ میں بالفی سکون ضغطہ، زبان سے پڑھا جائے اور علامت کے واسطے ایسے خطوط مستقیم یعنی الفون پر ایک خط منحنی

۱۔ غالب کے یہاں اعلانِ نون ہے۔

۲۔ نواب احمد حسین خان مذاق پریانوی تعلقدار پریانوں ضلع پرتاب گڑھ تھے۔ بہت ذی استعداد اور خوش فکر شاعر تھے۔ امیر مینائی کے قدیم شاگردوں میں تھے۔ ("دبستان امیر مینائی": عرفان عباسی لکھنؤ: نسیم بک ڈپو، ۱۹۸۵، ص ۳۳۵)

نمونہ، کلام:

آنکھیں کھلی ہوئی تھیں تو کچھ سو جھتا نہ تھا
جب بند ہو گئیں تو بڑا سب نظر مجھے

بنا دیتے ہیں۔ عرف میں اس خط کو ہمہ کہتے ہیں۔

[مکتوب مورخ ۵ دسمبر ۱۸۹۱ء]

بنام : منشی جمیل احمد ضیا

شیخ پور ڈاک خانہ، سکندر پور، ضلع بلیا۔]

۱۲۔ ایک مادہ تاریخی کے بارے میں رائے :

مصرع مادہ تاریخ :

”یا قبل“ کترویاں یا مسجد الاقصی ست این“

ام میں کٹھی قیاحتیں ہیں۔ ایک یہ کہ بھر رجس سالم یعنی مستفعلن چار بار میں یہ مسبب وزن طبیعی نہ ہونے کے غرابت ہے۔ اہل فن عروضی مثال دینے کے واسطے یہ تکلف موزوں کرنے ہیں۔ ہندوستان میں مجزو (پروزن مدعو : س ج ۱) ہی مستعمل ہے اور سالم بالکل غیر مستعمل، دوسرا یہ کہ جمل مردوہ میں ایک ہی تردید ہر اکتفا کیا کرتے ہیں۔ دوبارہ حرف تردید لانا بھی خوش نہیں آتا، اور اس عیب مثاں کو جو آپ نے مصرع اول میں ”یا نخل ارم“ لکھا ہے اس میں یہ قباحت ہے کہ مصرع تاریخ ناتمام ہوا جاتا ہے۔ جب مصرع تاریخی میں یہ خلل ہے تو اوپر کے مصراعوں سے بحث اور ان میں فکر، اصلاح عبث ہے اور کوئی تاریخ کہیں، یہ درست نہ ہوگی۔

[مکتوب ۳۰ دسمبر ۱۸۹۱ء]

بنام : سید محمد مرتضیٰ - ۱

۱۔ ولد قاری علی حسین ابن سید ضمیر علی حضرت امام رضا رضی اللہ

عنه کی اولاد سے رام ہوں پیدا ہوئے محلہ کڑہ جلال الدین

خان میں رہتے تھے۔ علوم عربیہ مولوی فضل حق خیر آبادی،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۷ پر دیکھیں)

مکان محمد سلیمان خان، رہشیں جھرا،
ڈاک خانہ قلعہ چھرا، ضلع علی گڑھ۔]

۱۵ - هو، جو اور وہ، بارات اور هات:
”هو“ اور ”جو“ کا قافیہ ”وہ“ کے ساتھ اور ”رات“ کا قافیہ ”هات“
(هاته) مستند شعرائے لکھنؤ کے یہاں نہ کبھی میری نظر سے گذرا،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۶ سے)

شمس العلاماء مولوی عبدالحق خیرآبادی، مفتی طالب حسین، مولوی عبیدالله خان رام پوری اور مولوی عالم علی محدث مرادآبادی سے پڑھے۔ طب حکیم محمد ابراهیم خان لکھنؤ سے پڑھی۔ خوش نویسی نستعلیق میں میر عوض علی کے شاگرد رشید تھے۔ شاعری میں نواب مرزا خان داغ اور منشی احمد حسن خان عروج، خواجہ بشیر احمد اور منشی امیر احمد صاحب مینائی سے تلمذ تھا۔ خواجہ اللہ بخش صاحب چشتی ساکن تونس، ضلع ڈیرہ غازی خان سے بیعت تھے۔ نواب عرش آشیان بہادر اور اغلیٰ حضرت جناب نواب سید محمد حامد علی خان بہادر کے استاد تھے۔ صاحب زادہ سید سید محمد علی خان بہادر عرف چھٹن صاحب، صاحب زادہ سید مصطفیٰ علی خان بہادر مرحوم ہوم سکرتوی، اور ان کے والد صاحب زادہ سید محمود علی خان صاحب بہادر مرحوم شبیر علی خان صاحب بہادر ابن خلد آشیان بھی آپ کے زیر تربیت رہے۔ ضلع علی گڑھ میں عبدالجلیل خان ... اور بہت سے شاگرد موجود ہیں ... تصانیف میں ”تحفہ“ حامدیہ“ منظوم اردو طبع ہو چکی ہے۔ ”علاج الاطفال طب“ فارسی موجود ہے۔ ”حامد النحو“ عربی، نظم ”المعجزات نبوی“ اردو بھی آپ کی تصانیف

(۳۸۸)

نہ میں نے ان کی زبانی ان کا جواز مانا اور خاص کر میرے استاد مرحوم کے یہاں تو کبھی جائز ہی نہ تھا۔ ان باتوں کا ترک کرنا رام پور میں کمیٹی، ہو کر اختیار نہیں کیا گیا ہے، بلکہ ہمیشہ سے متروک ہے۔ انتہی بقدر الضرورت۔

[مکتوب مورخ ۱۸ ذی القعده ۱۳۰۹ھ]

بنام: میر باقر حسین

حیدرآباد دکن -]

۱۶۔ ایک قطعہ تاریخ پر اصلاح:

یہ مادہ تاریخ مجھے بہت پسند آیا۔ مصرعوں میں یہ عیب تھا کہ سلیمان کا ”نون“ فارسی میں باعلان نہ چاہیے اور ”اخی“ میں ہائے متکلم ہے، حالانکہ مقصود اس بات کا اظہار ہے کہ سلیمان خان اور کفایت اللہ خان باہم دونوں بھائی ہیں۔ ان عیوب کے مٹانے کے واسطے مصرعے بدلتا پڑے اور دو شعروں کی جگہ تین شعر ناگزیر ہوئے۔ میرے نزدیک تو اب یہ مادہ اور قطعہ بے عیب ہے، آئندہ صاحب فرمائش کی رائے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۷ سے)

سے میں مگر مکان میں آگ لگ جانے سے تلف ہو گئیں۔ رجب کے مہینے میں نوچندی جمعرات کے دن جولائی ۱۹۰۶ء میں انتقال فرمایا۔ جمعے کے دن شاہ رفیق کے تکیے میں دفن ہوئے ... ”رسالہ تشبیہ“ فارسی مصنف کے قلم کا لکھا ہوا ۹۸ صفحہ کا کتب خانہ ریاست میں موجود ہے۔ (”تذکرہ کاملان رام پور“: حافظ احمد علی خاں شوق، خدا بخش لائزیری جرنل ہٹنہ، شمارہ

(۳۸۹)

صلاح سے قبل :

کان همت کفایت الله خان ہم سلیمان خان اخی شفیق
 طرح کردند مسجد و سالش گفت ثابت "شبیر بیت عتیق"
 (۵۱۳۰۹)

صلاح کے بعد :

خان والا مکان سلیمان خان عابد و زاہد و کریم و خلیق
 ہم اخ او کفایت الله خان داد این ہر دو را خدا توفیق
 طرح کردند مسجد و سالش گفت ثابت "شبیر بیت عتیق"
 (۵۱۳۰۹)

[مکتوب مورخ، ۵ جنوری ۱۸۹۲ء]

بنام : سید مرتضی۔

مکان محمد سلیمان خان صاحب رئیس چھڑرا ،
 ڈاک خان قلعہ چھڑا ، ضلع علی گڑھ۔

۷۔ زخمدار ، بندوقوں کے وار :

"زخمدار" بمعنی زخمی نشی ترکیب نہیں ہے۔ ناصر علی
 دہلوی ۱۔ کا شعر اس وقت یاد ہے :

نمک بر دل زدم کون و مکان خندید بر عالم
 علاجِ خود بچندیں زخمداران می تو ان کردن

تلash ہو تو اور بھی بہت سے شعر نسلک سکتے ہیں۔ مگر
 تلash کی حاجت ہی نہیں۔ دوسرا شعر میں نے یوں کہا ہے۔

۱۔ ناصر علی سرهنڈی ، متوفی ۱۱۰۸ھ ، مدفن دہلوی ، در راه روضہ ،
 حضرت نظام الدین اولیاء۔

ہو گئے کتنے قرائینوں کے فیر جل گئے کتنے ہی بندوقوں کے وار
جس طرح تم نے لکھا ہے کسی نے وہ شاید (غلط) چھاپ
دیا ہوگا۔ میں نے جو مصرع دوسرا کہا ہے اس میں میرا مقصود
جو ہے وہ اک نازک بات ہے ..

جس طرح آپ نے لکھا ہے : ”پھر کیسے اعلان بندوقوں کے وار“
تو یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ بندوق کی ضرب کو وار نہیں کہتے ہیں۔

[مکتوب مورخ ۷ فروری ۱۸۹۲ء]

بنام : منشی عبدالحی ، بیچن ، بدایونی] -

۱۸- توضیح القوافی :

دل و جان سے ہوں میں فدائے وطن خدا جلد مجھے کو دکھائے وطن
میرے نزدیک ”فدائے وطن“ اور ”دکھائے وطن“ میں باعتبار
”تفقیہ“ کوئی نقصان نہیں۔ اور یہ ”دل“ عاشق“ اور ”ملے عاشق“
کے قبیل سے نہیں ہے۔ آپ جو ”فدائے“ میں ایک ”لبیے“ قرار دیتے
ہیں، میں بھی کہتا ہوں کہ بے شک ”فدائے“ میں ایک ”لبیے“ ہے
مگر آپ دکھائے میں دو ”بیے“ مانتے ہیں، اس میں مجھے آپ سے
اتفاق نہیں۔ میرے نزدیک دکھائے میں بھی حقیقتاً ایک ہی ”بیے“
ہے اور جس طرح رعایت وزن سے فدائے میں ہمزہ بڑھایا جاتا ہے،
اسی طرح دکھائے میں بھی بڑھایا جاتا ہے۔ یہ شبہ آپ کو کیوں
ہوتا ہے کہ دکھائے میں کسرہ اضافت تو ہے نہیں پھر اشباع کیوں،
بندہ نوازا کسرہ اضافت کو یہاں دخل نہیں۔ آپ خیال فرمائیں کہ
دکھائے اور آئے لگائے وغیرہ افعال جہاں مصروعوں کے آخر میں
آئے ہیں۔ کیا وہاں اشباع نہیں ہوتا ہے؟

گلشن میں صبا نے گل کھلانے

(۳۹۱)

کیا نا درست ہے؟ بات یہ ہے کہ حقیقت ان سب افعال میں ایک ہی یا سے تجھنی ہے۔ اور اشیاع ہمزة میں ہے جو بر رعایت وزن ہوا کرتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ اساتذہ اردو نے برا بر ان قافیوں کا استعمال کیا ہے۔ اور تاریخ میں مورخین معتاد نے ہمیشہ افعال مذکورہ میں ایک ہی ”یے“ کے عدد لیے ہیں۔ ان افعال اور ان کی امثال میں نہ تلفظ میں دو ”یے“ ہیں نہ کتابت میں، اور یا سے اضافت کے ساتھ ان کا تقسیم درست ہے۔

[مکتوب ۹ فروری ۱۸۹۲ء]

بنام : نامعلوم -

۱۹۔ پذیر یا پزیر :

”پزیر“ میرے نزدیک زائے ہوز سے لکھنا بہتر ہے۔ اس لیے کہ لفظ فارسی ہے اور فارسی میں بلا ضرورت وہ حرف۔ لانا جو فارسی میں نہیں آتا مناسب نہیں۔

[مکتوب سورخ ۲۲ فروری ۱۸۹۲ء]

بنام : حکیم محمد قیام الدین نیڑر

ملٹوام ، جونپور۔]

۲۰۔ پاؤں بہ اشیاع ہمزة :

”پاؤں باشیاع ہمزة“ فعلن کے وزن پر صحیح ہے۔ ”رند“ پر موقوف نہیں اور مستند اساتذہ دہلی و لکھنؤ نے بھی کہا ہے۔ مутعرض کی تسکین کے لیے دو تین شعر جو اس وقت یاد آئے بھیجتا ہوں۔

۱۔ فارسی میں اصلاً ”ذ“ نہیں ہے۔ لیکن چلن کے لحاظ سے تو پذیر ، کاغذ وغیرہ آج کل ”ذ“ ہی سے لکھے جاتے ہیں۔

ذوق :

جو کھل کر آن کا جوڑا بال آئیں سر سے پاؤں تک
پلائیں آکے لین سو سو بلائیں سر سے پاؤں تک

فاسخ : سنگ کھسار براۓ مر شوریدہ ہے

ہونے پاؤں کے لیے خار بیابان پیدا - ۱

گلوں کا اور میرا فصل گل میں ایک عالم ہے

چھے ہیں خار پاؤں میں گریبان پارہ پارہ ہے

[مکتوب سورخ ۹، اپریل ۱۸۹۲ء]

بنام : منشی محمد عمر

سرکار شیخ حسین میان صاحب بہادر،

(بندر مانگروں، کانھیاواڑ)

۱۴۔ شرف یا شرُف :

بلبل باش تصوف شاه شرف الدین ولی

سوال : میں نے اس مصیرع میں "شرف" بالتسکین استعمال کیا ہے -

یہ صحیح ہے یا غلط ؟

جواب : میرے نزدیک "شرف" بسکون رائے مهم صحیح نہیں ہے -

نہ لغات موجودہ و متداولہ میں، نہ اساتذہ مستند کے کلام میں دیکھا -

(مکتوب سورخ ۲۸ اپریل ۱۸۹۲ء)

بنام : محمد بقاء اللہ

... متصل امام باڑہ بانسو والہ . پانی پت -)

۱۵۔ تصرفات بہ ضرورت شعری :

جو اشعار سند میں آپ نے لکھئے ہیں وہ قابل استناد نہیں -

۱۔ فامیخ کا یہ شعر مطبوعہ کلیات میں موجود نہیں۔

معہذہ ”در جہاں کوئی شرف زد صادق“ اس کی تقطیع : فاعلاتن ، فعلن بھی ہو سکتی ہے ، پھر کیا ضرورت ہے کہ فاعلاتن کی جگہ مفاعلن لا کر غلط لفظ کی تصحیح کی جائے۔ البتہ اگر اور مصروعے اس کے فاعلاتن ، مفاعلن ، فعلن کے وزن ہر ہوں تو اس تقطیع کا مضائقہ نہیں۔ اور یہ بھی تو نہیں معلوم کہ یہ تاریخ کن کن کی ہے اور وہ سند لینے کے قابل ہیں یا نہیں اور یہ رائے کم ضرورتی شعر کے واسطے متجر ک کو ساکن کر لینا جائز ہے میرے نزدیک صحیح نہیں۔ اساتذہ نے جس قدر تصرفات کیے ہیں ہندیوں کو انہیں کا استعمال جائز ہے ، نہ یہ کہ جس متجر ک کو چاہیں ساکن کر لیں۔ اگر اساتذہ کے مثل ہر شخص کو اختیار ہو ، جو تصرف چاہے کرے تو زبان بالکل خراب اور قواعد بریاد ہو جائیں۔

(مکتوب سورخ ۲۸ ابریل ۱۸۹۲ء)

بنام : محمد بقاء اللہ

مکانات متصل امام باڑہ بانسو والہ ، پانی پت۔)

۳۴۔ گلداستہ ، رخ و رخسار اور روئے کتابی :
تاریخی فقرے میں اگر ”گلمائے“ کا لفظ نہ ہوتا اور ”گلداستہ“ بندگی ”کہا جاتا تو بہتر تھا اور اس صورت میں معنی یہی ہونے کہ ”دستے گلمائے بندگی پیش والا بارگاہ ہند“۔ ”دستے گلمائے“ بھی صحیح ہے مگر استعمال میں یہ ترکیب مقلوب ”گلداستہ“ اکثر دیکھا ہے اور ”دستے گل“ یاد نہیں آتا۔ اس شعر پر :

نهیں خطیر میں گوں صفحہ رخسار جاناں پر
بیانِ حسن کی توضیح میں یہ دو رسالے ہیں

جو اعتراض کیا گیا ہے میرے نزدیک ٹھیک نہیں۔ اگرچہ ”رخسار“ اور ”رخ“ میں لغتا یہ فرق معلوم ہوتا ہے کہ ”رخ“ پورے چہرے کو اور ”رخسار“ نصف چہرے کو کہتے ہیں، مگر شعر کے استعمال میں رخسار یہ معنی رخ بھی آیا ہے۔ خواجہ آصفی:

کشادی مصطفیٰ رخسار تا سازد مرا بسلم

بر آمد گرچہ بسم الله نظر را باز گرداندی

اور روئے کتابی اس چہرے کو کہتے ہیں جو میدور نہ ہو، اور فی الجمل مائل ہے طول ہو، اس کو کچھ، دو صفحے ہونے سے علاقم نہیں۔

[مکتوب سورخ، ۲ جولائی ۱۸۹۲ء]

بنام: مید سبط رسول شاد

قصبہ سری، ضلع مراد آباد۔]

۴۴۔ ”دو“ اور ”وو“، ”بات“ اور ”هاته“:

”دو“ کے قافیے میں ”وو“ مختصات، دہلی میں سے ہے، اور ”بات“ کے قافیے میں ”هاته“ قدما کے یہاں بکثرت دیکھا ہے اور مرثیہ گویوں نے لکھنؤ میں بھی استعمال کیا ہے۔ اس کی نسبت مدت سے میری رائے یہی ہے کہ بنظر توسعی زبان اس کا استعمال چائیز کر لیا جائے۔ ”امیراللغات“ اگر میری زندگی میں تکمیل کو پہنچا، باب ہائے ہوز میں جب هاته کا لفظ لکھوں گا تو اس بحث کو مفصل و مکمل لکھوں گا۔ ابھی تو بات کے قافیے میں هاته کو نہ میں خود کہتا ہوں نہ اپنے احباب کو کہتے کی رائے دبتا ہوں۔

(۳۹۵)

[مکتوب مورخ ۱۲ جولائی ۱۸۹۲ء]

بنام : میر باقر ۱

پتا غیر مندرج - [

۲۵۔ الف وصل کا اسقاط :

اس شعرِ مولوی محمد محسن صاحب ۲ کی صحت میں کوئی

تأمل نہیں:

ہے کس کو خطابِ ایزدِ پاک تو لا کت کما خلعت الا فلاک
علوم نہیں معرض کو کیا شہر ہے۔ بہت غور سے یہ خیال
آیا کہ شاید "الافلاک" کے الف تقطیع میں گرتے ہیں آن میں
تردد ہے۔ حالانکہ الف ہاے وصل کا اسقاط یہ تکلف جائز ہے :

الا یا ایها الساقی ادر کاساً و ناولہما

کم عشق آسان نمود اول ولی آفتاد مشکلہما

اس میں دیکھیے کہ الف گرگئے۔ قس علی هذا۔ اسی شعر

اردو ہے اسی مرحوم میں:

اول تو ہیں منتخب سب اشعار دیوان سپہر کو کب اشعار
ام میں دونوں مصراعون میں اشعار کے الف تقطیع میں ساقط
ہوتے ہیں۔ اور شعرِ مولوی محمد محسن صاحب اور یہ شعرِ اسی
مرحوم ایک ہی بحر میں ہیں۔ یہ بحرِ هزج مسدس ہے۔ اس میں
کئی زحاف آتے ہیں۔ شعرِ مسئول میں خرب و قبض و قصر ہے

۱۔ غالباً میر باقر حسین، حیدر آباد دکن۔

۲۔ محسن کا کوروی، مشہور شاعر، دیکھیے "لکھنؤ کا دہستان
شاعری" : ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، لاہور، اردو مرکز، ۱۹۶۷ء

بعنی ہزج مسلسل اخرب مقصور مقبوض میں یہ شعر کہا گیا ہے۔
احتیاطاً تقطیع اس کی لکھی جاتی ہے:
ہے کسک "مفعول خطاب اے مقاعلن۔ زدے پاک
مقاعیل، لولاک مفعول" ، لما خلائق مقاعلن" ، تیلفلاکتے مقاعیل -
اس سے زیادہ تفصیل لکھنا ہندی کی چندی کرنا ہے۔ اسی
صرع "لولاک لما خلت الافلانک" کو شوق نے بھی "مثنوی ترانہ"
شوق" میں تضمین کیا ہے۔ اور پہلا صرع یہ لگایا ہے۔
ہے وصفِ جنابِ احمد، پاک

[مکتوب مورخ ۱۲ مشی ۱۸۹۲ء]

بنام: منشی سید احمد حسین ।

بورڈنگ اسلامیہ، موری گیٹ لاہور۔]

۲۶۔ ایک رباعی کے بارے میں رائے:
رباعی کی نسبت پہلے مصنف رباعی سے معافی مانگتا ہوں ،
بھر اپنی رائے ناقص کا اظہار کرتا ہوں :
رباعی

یوں اپنے سخن کی اوچ پر امیدیں ہیں
احباب کے اتفاق کی تمہودیں ہیں
اس محفل رخشان کے لیے اے صاحب
هر ماہ میں دو مشاعرے دو عیدیں ہیں

۱۔ غالباً احمد حسین خان مذاق - اس مقالے میں مذاق کے نام قین
مکشوف ہیں لیکن تینوں جگہ نام میں معمولی فرق ملتا ہے۔
گذشتہ سطور میں (۱۲۔ نش...) احمد حسین خان مذاق درج
ہے اور آئندہ سطور میں (۳۰۔ تاج در وقار) میں خان بہادر شیخ
محمد حسین مذاق آتا ہے۔

امن کے مصروع ہے ۱ - ۲ - ۳ میں ایک ایک سبب خفیف زیادہ ہے البتہ مصروع ۳ نہیک ہے، رباعی کے وزن ہر ہے۔ وزن صحیح یوں ہے:

ہیں اپنے سخن کی اوج پر امیدیں
احباب کے اتفاق کی تمہیدیں
ام محفل رخشان کے لیے اے صاحب
ہر میں دو مشاعرے دو عیدیں

میرا مقصود رباعی کو تصرف کر کے کہنے سے اصلاح نہیں ہے
بلکہ صحت وزن کی صورت بنانی ہے۔

[مکتوب ہ جون ۱۸۹۲ء]

[بنام: منشی عبداللطیف - ۱]

۷۔ تاریخ ولادت:

اس تاریخ ولادت میں آپ زرا چوک گئے۔ تعمیہ کی طرف اشارہ برے طور سے کیا گیا۔ آپ کے اس مصروع کی بندش:
خوشی عید سے بڑھ کے ہے ہمکو آج
اشارة کرتی ہے کہ ”ہے ہمکو آج“ تینوں لفظوں کے عدد
”نام منشی عبداللطیف، تخلص شاد، بمعنی کے باشندے تھے،
حاف منہدہ شعر کہتے تھے۔ لطیف طبع و خوش فکر شاعر تھے۔
منشی امیر مینائی کے شاگرد تھے۔

نمونہ کلام: اس قدر بیے باکیاں کی ہیں نگاہِ شوق نے
وصل میں ان کی حیا کو بھی حجاب آنے کو ہے
(”دبستان امیر مینائی“: عرفان عباسی، لکھنؤ، نسیم بک ڈھو،

مصرع تاریخ میں بڑھائے چاہیں، اس لیے کہ ”بڑھکے“ کے بعد یہ تینوں لفظ آئے ہیں۔ حالانکہ مقصود صرف آج کے عدد ہیں۔ مصرع یوں ہونا چاہیے تھا:

خوشی ہمکو ہے عید سے بڑھکے آج

تو آج ہی کے عدد بڑھتے اور تعمیر نہیں ہو جاتا۔ اب آپ کو سوالے اس کے کچھ چارہ نہیں کہ اپنے مصرع کی، نسبت الزام تقدیم و تاخیر کو کتاب کے سر رکھیے اور ظاہر کیجیے کہ میں نے یوں کہا تھا۔

[مکتوب سورخ ۶ جون ۱۸۹۲ء]

بنام: حکیم محمد جعفر بیمار

قیام گاہ مہاراجہ صاحب بہادر،

والی ریاست کپور تھلم۔]

۲۸۔ توضیح القوافی:

جواب طلب بات یہ ہے کہ مطلع میں اگر ”عنایت و شکایت“ قوافي ہوں تو اس کے بعد غزل یا قصیدے میں ”حسرت یا محبت“ کے قافیے لانا جائز ہے یا نہیں۔

جواب : ”عنایت و شکایت“ میں الف حرف تاسیس ہے اور یاۓ تعنانی دخیل اور تاۓ فوقانی روی۔ مدار قافیے کا روی پر ہے۔ تامیس و دخیل کا التزام ضرور کرو سکر مطلع کے دونوں قافیوں میں تاسیس و دخیل کا لانا اس بات کی دلیل ہے کہ شاعر کو التزام منظور ہے۔ اس لیے مجموعے میں حسرت و محبت قافیہ کرنا مکروہ اور قابل احتراز ہے۔ جو حال ”عنایت و شکایت“ کا ہے وہی حال ”یاور و داور“ کا ہے، ”یاور و داور“ کے قافیے مطلع میں ہوں تو امن کے بعد ”گوہر و خنجر“ کے قوافي لانا نہ چاہئے۔ قس علی ہذا اگر ”حائل و مائل“

کے قافیے ہیں تو ”دل اور سزل“ کو اشعار ما بعد میں قافیہ کرنا مناسب نہیں۔ چونکہ امانتہ کے کلام میں خال خال ان کی مثالیں ملتی ہیں اس وجہ سے میں صراحتاً ناجائز کھنہ احتیاط کے خلاف جانتا ہوں۔ مگر اقتضائے فن وہی ہے جو اوپر لکھ چکا۔

[مکتوب ۱ جون ۱۸۹۲ء]

بنام : بشیر احمد خان ملیح آبادی - ۱]

۳۹۔ شعر میں تقدیم و تاخیر الفاظ:

یہ اعتراض مفترض کا اس شعر پر:

دیکھ کر آئینے میں ابرو وہ بسمل ہو گیا

یہ تماشا ہے نیا، مقتول قاتل ہو گیا

کہ قاتل کا مقتول ہونا اس سے ثابت نہیں ہوتا اور یہ تقدیم و تاخیر شعر میں ناجائز ہے۔ بالکل صحیح نہیں ہے اور بحر مرحوم کا شعر جو آپ نے نظیر میں پیش کیا وہ منند کافی ہے۔ اگرچہ احتیاج نہیں ہے: مگر تمہاری درخواست کے موافق دو شعر بطور نظیر میں بھی بھیجتا ہوں:

آتش: اس ترک کی نہایت میں جو صرف رقم ہوا

خنجر زبان بن گئی نیزہ قلم ہوا

وزیر: حال اپنی بے قراری کا نہ ٹھہرا بیت میں

طائر رنگ بہریدہ طائرِ مضمون ہوا

۱۔ بشیر احمد خان بشیر ملیح آبادی (۱۸۷۲ء - ۱۹۱۶ء) جوش

ملیح آبادی کے والد، تفصیلی مطالعے کے لیے دیکھیں (”دبستان

امیر مینائی“): عرفان عباسی، لکھنؤ، نسیم بک ڈھو، ۱۹۸۵ء

[مکتوب غیر مورخ (بر بناء تسلسل جولائی ۱۸۹۲ء)]

بنام : سید افلمہر علی - ۱

معلم قاضی، قصیب سہسوان، ضلع بدایوں -

۳۔ تاج در وقار :

صرف مطلع میں تصرف کرنے کی ضرورت اس وجہ سے معلوم ہوئی کہ ”تاج در وقار“ اچھا نہ معلوم ہوا اور ”وقار“ کا قافیہ بھی بنظر مصرع ثانی کچھ مناسب نہ تھا۔ ”سپر“ کا لفظ مصرع ثانی میں اس کو مقتنی تھا کہ مصرع اول میں ذوالفار کا قافیہ ہوتا مگر مراہات مجمع بسر و سپر نے اس قافیے کو آئنے نہ دیا۔ ناقچار میں نے اور انداز سے امن کو بدلنا۔ خدا کرے آپ کو بھی پسند آئے اور مقطع کا مصرع اول ناتعام تھا۔ اس کو تمام کر دیا۔ اور کہیں دخل کی حاجت نہ تھی۔

- ”سہسوان ضلع بدایوں کے ایک معزز تعلیم یافتہ گھرانے کے فرد خان بہادر میر مظہر علی صاحب (متوفی ۱۹۳۰ء) کے گھر ۱۸۷۳ء میں پیدا ہوئے۔ متعدد اساتذہ سے عربی، فارسی، طب، فقہ، تفسیر اور دینیات کے ساتھ فنون سیہ گری، نشانہ بازی، شہسواری وغیرہ میں مہارت حاصل کر کے، ایک انگلش ماسٹر کی خدمت حاصل کر کے انگریزی زبان میں اچھی لیاقت کے مالک بنئے ... بچپن سے ہی شعر و ادب سے لگاؤ تھا۔ وہ نامور استاد حضرت امیر مینائی کے شاگرد اور لکھنؤی رنگی شاعری کے دلدادہ تھے۔

نمونہ کلام : بڑے باخدا آپ ہیں شیخ صاحب
ملے وہ صنم یہ دعا کیجیے گا

(”دستان امیر مینائی : عرفان عباسی، لکھنؤ، نسیم بک ڈبو،

(۳۰۱)

[مکتوب مورخ ۲۶ جولائی ۱۸۹۲ء]

بنام: خان بہادر شیخ محمد حسین مذاق -

۱۳۳۔ مطابقت فعل و فاعل:

”هم اور صدرالدین صاحب گئے“ فصیح ہے اور ”میں اور صدرالدین صاحب گئے“ صرف صحیح ہے۔ اور اگر اسی جملے میں صدرالدین صاحب سے میں کو مؤخر لائیے اور یوں کہیے کہ ”صدرالدین صاحب اور میں گئے“ تو کلام بالکل مہملاً ہو گیا۔ اور اگر ”گئے“ کی جگہ اس جملے میں ”گیا“ لا کر یوں کہیے کہ ”صدرالدین صاحب اور میں گیا“ تو یہ بھی فصاحت بلکہ صحت سے گرا ہوا ہے۔ ایسے مقامات میں فصحا ”دونوں“ کا لفظ بڑھا کر یوں بولتے ہیں کہ ”صدرالدین صاحب اور میں دونوں گئے“ ।

[مکتوب مورخ ۲۱ اگست ۱۸۹۲ء]

بنام: محمد رفیع
کوئٹہ نواب فتح نواز جنگ بہادر
حیدرآباد دکن -

۱۳۴۔ چند متفرق تصریحات:

”پرستان“ اور ”افشان“ اور ”عرصہ“ یہ معنی ”زمان“ وغیرہم ایسے الفاظ جن کا پتا فرنگ ہائے متداولہ اور کلام اساتذہ پارس میں نہیں ملتا، عطف و اضافت کے ساتھ لانا چاہیے۔ محققین اردو کا یہی مشرب ہے۔ ش.شیر کو تدبیر و نخچیر کے ساتھ ہم قافیہ کرنا جائز ہے۔ اساتذہ اردو زبان نے اس کا استعمال بکثرت کیا ہے۔ بات کرنی، راہ چلنی کے استعمال میں کچھ مضائقہ نہیں بلکہ اس کو

- کیفیہ میں بھی یہ بحث آتی ہے۔

ترجمہ ہے۔ ”کاہے کو“ کس واسطے کی جگہ قابل ترک نہیں ہے۔ فصحاً نے کہا ہے۔ آنہا یہ تخفیف و تشدید دونوں طرح مستعمل ہے۔ سر بالکسر و ہم معنی راس هندی ہے۔ اور بالفتح فارسی۔ حالت ترکیب فارسی میں بالفتح ہی چاہیے اور بغیر ترکیب بالکسر و بالفتح دونوں طرح جائز ہے۔

[مکتوب مورخ ۲۴ اپریل ۱۹۰۰ء]

بنام : حافظ سید مختار احمد

بہادر گنج شاء جہان پور۔]

۳۳۔ اعجازِ محسنسی اور مترادافاتِ اللغات پر تبصرہ :

”اعجازِ محسنسی“ کو سراسری جو دیکھا تو دو ہی چار دن جا بجا نظرِ ذاتی میں کچھ کچھ قبانم معلوم ہوئے جن کو بطور نمونہ علیحدہ ورق پر عرض کرتا ہوں اور مترادافِ اللغات کو تفصیل سے دیکھئے کی حاجت نہیں۔ سرے سے اس پر یہ مراد ہے کہ متراداف الفاظ اس میں بہت کم ہیں اور متبائیں اور متقول اور مجاز اور مرتجل بہت ہیں۔ اس لیے کہ متراداف آن دو یا زیادہ لفظوں کو کہتے ہیں جو ایک اعتبار سے ایک چیز پر دلالت کریں۔ امام فخرالدین رازی نے کہا ہے، وحدتِ اعتبار کی قید سے وہ الفاظ نکل گئے جو دو اعتبار سے ایک معنی پر دلالت کرتے ہوں جیسے سیف و صارم، یہی دو لفظ مثال میں آئے ہیں اور کہا ہے کہ ایسے لفظ متبائیں ہیں نہ متراداف۔ اس لیے کہ اگرچہ یہ دونوں لفظ ایک معنی پر دلالت کرتے ہیں (لیکن) دو اعتبار سے۔ اس لیے کہ سیف ذات پر دلالت کرتی ہے اور صارم صفت پر، جو کہ صفحہ ۱۳۲ پر مترادافِ اللغات میں لکھئے ہیں اور الفاظ متراداف میں وضم اول یہی شرط ہے جو الفاظ ایسے ہوں کہ ابتداءً ایک معنی کے واسطے موضوع

ہوں پھر دوسرے معنی میں کسی مناسبت کی وجہ سے بلا مناسب استعمال کر لئے جائیں وہ منقول یا مجاز یا مرتبجل کہلاتے ہیں؛ نہ متراوف جیسے آب ہانی کے لیے موضوع ہوا ہے۔ اور پھر آسے کسی مناسبت سے تیغ کے معنی میں استعمال کر لیں تو یہ تیغ کا متراوف نہیں کہلاتیگا۔ اس طرح آپ تمام کتاب متراوف اللغات کو تصور فرمائیجیئے۔

[مکتوب ۲۸ ذوالحجہ سنہ ۱۴۳۱ھ]

بنام : نواب عالمگیر محمد خان

جمععرق دروازہ بھوپال]

۳۳۶۔ شنبہ :

”شنبہ“ میں ہائے مظہرہ ہے۔ برهان قاطع میں دیکھا ہے۔ ہائے مخفیہ الف ہو جایا کرتی ہے۔ ہائے مظہرہ بدل نہیں سکتی۔ معہذا روز کی اضافت شنبہ کی طرف جب ہوئی تو اس کی گنجائش کہاں رہی۔ بھر کیف ”شنبہ“ کسی طرح ”شنبہ“ نہیں ہو سکتا۔

[مکتوب مورخ ۲ مئی ۱۹۰۰ء]

بنام : سید علی حسین نجم

اندرون دریچ ماتا، حیدرآباد دکن۔

كتابات

۱۔ آفتاب احمد صدیقی، ڈاکٹر: ”صہبائے مہنائی“، طبع اول، ڈھاکہ،

مکتبہ عارفین ۱۹۵۸ء۔

۲۔ ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر: ”لکھنؤ کا دبستان شاعری“، طبع سوم، لاہور، اردو مرکز ۱۹۶۵ء۔